مروجہ نظام زمینداری اور اسلام (۱۲)

مزارعت اور آثارِ صحابہؓ و تابعینؒ

از قلم : مولانا محمد طاسین

اسی طرح ائمہ مجتہدین کے درمیان بھی اس معاملے کے جواز و عدم جواز کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔ فقہاء احناف اس کے عدم جواز کے قائل ہیں جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:۔

وقال اصحابنا من دفع الی حائك
[غز]لا لينسجه بالنصف فهذا
فاسد وللحائك اجر مثله
(ص ۲۲۷ ج ۵ عمدۃ القاری)

ہمارے فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جو شخص جولاہے کو سوت دیتا ہے کہ وہ نصف کے عوض اس کے لئے کپڑا بنے تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ ایسی صورت میں جولاہے کیلئے اجر مثل ہوگا یعنی عام رواج کے مطابق اجرت۔

ترجمۃ الباب کے آخر میں امام بخاری نے ایک اور معاملے کے متعلق حضرت معمرؒ کا قول نقل کیا ہے۔ مقصد اس میں بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ معاملہ جائز ہے تو بربنائے قیاس مزارعت کو بھی جائز ہونا چاہیئے کیونکہ ان دونوں کے مابین کچھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ معمرؒ کے قول میں جس معاملے کا ذکر ہے اس کی صورت علامہ عینی وغیرہ کے بیان کے مطابق یہ کہ ایک شخص کے پاس مثلاً غلّہ ہے اور وہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے پاس اپنا باربرداری کا جانور نہیں۔ وہ دوسرے سے کہتا ہے آپ اپنا باربرداری کا جانور ایک دن کے لئے مجھے دے دو۔ میں اس پر لاد کر غلّہ دوسری جگہ منتقل کروں گا اور اس کے عوض آپ کو غلّے کا تہائی یا چوتھائی حصّہ دوں گا' اس معاملے کے متعلق معمرؒ نے کہا کہ اس میں کچھ حرج نہیں' غور سے دیکھا جائے تو یہ معاملہ مزارعت کے معاملہ سے مختلف ہے کیونکہ اس معاملے میں جانور والے فریق کو جو غلّہ ملتا ہے اس کے عوض جانور والے

© rasailojaraid.c

کی طرف سے محنت بھی موجود ہوتی ہے جو وہ جانور کی دیکھ بھال وغیرہ میں کرتا ہے۔ اسی طرح مالی خرچہ بھی ہوتا ہے جو وہ جانور کی خوراک یعنی گھاس چارے اور دانے وغیرہ پر اٹھاتا ہے۔ یعنی کام کرتے رہنے کی وجہ سے جانور کی قوتِ کارکردگی میں جو کمی واقع ہوتی ہے اس کی وہ اپنی محنت اور اپنے مال سے تلافی و تدارک کرتا ہے جبکہ مزارعت میں مالکِ زمین کی طرف سے ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہوتی۔ نہ جسمانی محنت اور نہ مالی صرف، لہٰذا ایک کے جواز پر دوسرے کے جواز کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں جہاں تک ائمہ احناف کا تعلق ہے ان کے نزدیک یہ معاملہ فاسد ہے۔ علامہ عینی شرح بخاری میں اس جگہ لکھتے ہیں:

وعندنا لا یجوز ذٰلک وعلیه	اور ہم حنفیوں کے نزدیک یہ معاملہ جائز
اجرۃ المثل لصاحب الدابه	نہیں، اور اس صورت میں جانور کے
(عمدۃ القاری، ج ۱۲ ص ۱۶۵)	مالک کے لئے عام رواج کے مطابق
	اجرت ہوگی منتقل شدہ غلّے کا کوئی حصہ نہیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے باب " المزارعۃ بالشطر ونحوہ " کے ترجمۃ الباب میں جوازِ مزارعت سے متعلق جو آثار و اقوال ذکر فرمائے ہیں چونکہ مزارعت کو جائز کہنے والے حضرات عموماً ان سے استدلال کرتے اور ان کا حوالہ دیتے ہیں لہٰذا ان تمام آثار و اقوال پر فرداً فرداً بحث کرنی پڑی تاکہ ان کی اصل حقیقت کھل کر سامنے آئے اور یہ پتہ چل سکے کہ ان آثار سے مزارعت کا جواز ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

میں سمجھتا ہوں جس کے سامنے بھی مذکورہ تفصیل ہو وہ یہی کہے گا کہ ان آثار میں سے بعض روایت و درایت کے لحاظ سے ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں۔ اور بعض کا ہماری زیرِ بحث مزارعت سے تعلق نہیں بلکہ دوسری نوعیت کی مزارعت سے ہے اور بعض کا سرے سے مزارعت سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ بعض دوسرے معاشی معاملات سے ہے جو بنیادی طور پر مزارعت سے مختلف اور الگ ہیں، ایسا لگتا ہے کہ امام بخاریؒ کا ذہنی رجحان مزارعت کے جواز کی طرف ہے اور چونکہ جواز کے متعلق ان کے سامنے سوائے حدیثِ خیبر کے اور کوئی حدیث نہیں۔ چنانچہ اس باب میں انہوں نے صرف وہی حدیث بیان کی ہے، اور حدیثِ خیبر کے متعلق چونکہ یہ قوی احتمال موجود ہے کہ وہ عام مزارعت سے متعلق نہ ہو اور ان مخصوص حالات سے تعلق رکھتی ہو جو فتحِ خیبر کے وقت مسلمانوں اور خیبر کے یہودیوں

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

کے تھے اور چونکہ امام بخاری سے کچھ عرصہ پہلے امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی معاملۂ خیبر کو مزارعت ماننے سے انکار کر چکے تھے لہٰذا امام بخاری نے اپنے موقف کی تائید و تقویت کے لئے ایسے آثار و اقوال ذکر فرمائے جو خود ان کے تجویز کردہ معیارِ صحت و قبولیت سے مطابقت نہ رکھتے اور سند و اسناد کے لحاظ سے ضعیف و کمزور تھے، اور پھر جیسا کہ ہمیں نے اس بحث کے شروع میں شارحینِ بخاری سے نقل کیا کہ امام صاحب ترجمۃ الباب میں صحیح و غیر صحیح اور قوی و ضعیف ہر قسم کی روایات بیان فرما دیتے ہیں۔

یہاں پر علامہ قابسیؒ کا وہ قول ذکر کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا جو علامہ ابن حجر نے شارح بخاری ابن التینؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کا جواب دینے کی ناکام کوشش فرمائی ہے، اس سے کچھ پہلے علامہ ابن حجر نے قابسیؒ کے اس اعتراض کو جو انہوں نے قیس بن مسلم کے اثر پر کیا تھا نقل کر کے اپنی طرف سے اس کا جو جواب دیا وہ بھی اطمینان بخش نہ رہا، ابن التینؒ مالکی نے علامہ قابسیؒ کا جو قول نقل کیا ہے وہ یہ کہ:

انما ذکر البخاری ھذہ الآثار فی ھذا الباب لیعلم انہ لم یصح فی المزارعۃ علی الجزء حدیث مسند۔

بخاری نے اس باب میں یہ آثار اس لئے ذکر کئے ہیں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مزارعت علی الجزء کے ثبوت میں کوئی صحیح مسند حدیث موجود نہیں۔

(ص ۸، ج ۵۔ فتح الباری)

حافظ ابن الحجر نے قابسیؒ کی اس بات کو طنزیہ عجیب و غریب کہہ کر ان الفاظ سے اس کا جواب لکھا ہے:

کانہ غفل عن آخر حدیث الباب وھو حدیث ابن عمر فی ذلک وھو معتمد من قال بالجواز۔

(ص ۸۔ ج ۵۔ فتح الباری)

گویا قابسیؒ یہ بات کہتے وقت اس حدیث کو بھول گیا جو امام بخاری نے آخر میں اس باب میں نقل فرمائی یعنی ابن عمر کی حدیث جو معاملہ خیبر سے متعلق اور جو ان لوگوں کی قابلِ اعتماد حدیث ہے جو مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔

حافظ صاحب کے اس جواب کے غیر تسلی بخش ہونے کی وجہ یہ کہ علامہ قابسیؒ ان علماء میں سے

© rasailojaraid.c

ہیں جو معاملۂ خیبر کو عام مزارعت کا معاملہ مانتے ہی نہیں بلکہ خراج مقاسمت کا معاملہ مانتے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک حدیث خیبر جواز مزارعت کے لئے حجت نہیں، اگر حدیث خیبر قطعی طور پر عام مزارعت سے متعلق ہوتی تو متعدد صحابہؓ، تابعین، ائمہ مجتہدین مزارعت کو کبھی ناجائز نہ کہتے اور خود اس کے راوی حضرت ابن عمرؓ، رافعؓ بن خدیج سے حدیث سن کر مزارعت کو ترک نہ کرتے اور پھر اس کے عدم جواز کا فتویٰ نہ دیتے۔ صحیح البخاری کے اس مقام کی شرح میں علامہ محمد انور شاہ کشمیری فیض الباری میں لکھتے ہیں:

والمصنف یطلق فیہ ولا یمیز بین المزارعۃ وخراج المقاسمۃ ویتمسك بمعاملۃ اهل الخیبر وكان ذلك لعدم بلوغه فی الفقه مبلغه فی الحدیث۔

اور مصنف یعنی امام بخاری علی الاطلاق ایک بات کہتے چلے جا رہے ہیں اور مزارعت اور خراج مقاسمت میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کرتے اور معاملہ اہل خیبر سے تمسک و استدلال کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ فقہ میں اس بلند مقام پر نہیں پہنچے جس پر وہ حدیث میں پہنچے۔

اس کے بعد ان کی دوسری عبارت اس طرح ہے:

والمصنف لا یفرق بینهما ویجعل معاملۃ السلطان مع رعیتہ مزارعۃ مع ان السلطان ایضا لیس بمالك للارض ههنا۔

(فیض الباری ج ۳۔ ص ۲۹۶)

اور مصنف یعنی امام بخاری دو معاملوں کے درمیان فرق نہیں کرتے اور سلطان کے معاملے کو رعیت کے ساتھ مزارعت قرار دیتے ہیں پھر جبکہ سلطان زمین کا اس معاملے میں مالک بھی نہیں۔ گویا مزارعت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک شخص زمین کا مالک ہو۔

پھر آگے چل کر مزید یہ لکھتے ہیں

فان حقیقۃ المعاملۃ مع اهل خیبر لم تتنقح عنده فقد یجعلها اجارۃ واخرى مزارعۃ ولا تصحان الا ان تكونا ملكا للنبی صلى الله علیه وسلم

اہل خیبر کے ساتھ جو معاملہ ہوا تھا امام بخاری پر اس کی پوری حقیقت پوری طرح واضح نہیں ہوئی۔ لہٰذا وہ کبھی اس کو اجارہ قرار دیتے ہیں اور کبھی مزارعت، اور یہ دونوں اس وقت صحیح ہو سکتے ہیں جب زمین،

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

والمسلمین اما اذا کانت ملکا لانفسهم فلا تصح هذه ولا تلک فلا تکونا الا خراجا مقاسمة

(ص ۳۰۱ ج ۳ - فیض الباری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ملکیت ہو لیکن جب وہ ان لوگوں کی ملکیت نہ ہو تو نہ یہ صحیح ہو سکتا ہے اور نہ وہ پس وہ نہیں ہو سکتا مگر خراج مقاسمت کا معاملہ

اب میں کچھ دوسرے آثارِ صحابہ و تابعین نقل کرتا ہوں جو شرح معانی الآثار میں علامہ طحاوی نے بیان کئے اور جن کو جواز مزارعت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔

عن الحجاج بن ارطاة عن ابی جعفر محمد بن علی انه کان ابوبکر یعطی الارض علی الشطر

(ص [illegible] ج [illegible])

حجاج بن ارطاۃ نے ابوجعفر محمد بن علی سے روایت کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نصف پیداوار پر زمین کاشت کے لیے دیتے تھے۔

یہ روائت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے کیونکہ اس کی سند کے ایک راوی حجاج بن ارطاۃ کے متعلق اسماء الرجال کی کتابوں میں علماء جرح و تعدیل کے جو اقوال ہیں ان کے مطابق وہ ناقابل اعتماد ہے۔ مثلاً تہذیب التہذیب میں ہے:

قال الساجی کان مدلسا صدوقا سیئ الحفظ لیس بحجة فی الفروع والاحکام، وقال مسعود السنجری عن الحاکم لا یحتج به وکذا قال الدارقطنی وقال ابن حبان ترکه ابن المبارک وابن مهدی ویحیی القطان ویحیی بن معین واحمد بن حنبل۔

(ص ۱۹۸ - ج ۲ - تہذیب التہذیب)

الساجی نے کہا حجاج بن ارطاۃ مدلس صدوق، اور خراب حافظے کا راوی تھا۔ فروع اور احکام میں وہ حجت نہیں۔ مسعود سنجری نے حاکم کے حوالے سے کہا وہ اس قابل نہیں کہ اس کی بات کو حجت مانا جائے۔ یہی بات دارقطنی نے بھی فرمائی۔ اور ابن حبان نے کہا کہ اس کو ابن المبارک، ابن مہدی یحیی القطان یحیی بن معین اور احمد بن حنبل نے متروک کہا اور نظر انداز کیا۔

اور چونکہ مزارعت کا مسئلہ بھی فروع و احکام میں سے ہے لہٰذا اس کے متعلق حجاج بن ارطاۃ کی روائت ناقابلِ حجت ہے۔ اور اس کا کوئی اعتبار نہیں، چوٹی کے ائمہ حدیث کا

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اسے ترک اور نظر انداز کرنا، اس کے غیر معتمد علیہ اور غیر ثقہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
علاوہ ازیں اس اثر میں دوسرا عیب و نقص یہ ہے کہ اس میں اس واسطے یا واسطوں کا بیان نہیں جن کے ذریعے حضرت ابوجعفر الباقر کو یہ علم ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مزارعت پر اپنی زمین دیتے تھے، کیونکہ انہوں نے خود تو یہ دیکھا نہیں اور دیکھتے بھی کیسے جبکہ ان کی پیدائش حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کے تقریباً پینتالیس سال بعد ہوئی، پھر جب کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین میں سے اور کوئی بھی یہ روایت نہیں کرتا کہ حضرت ابوبکر مزارعت پر زمین دیا کرتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ نیچے کے کسی راوی نے خاص مصلحت کے تحت یہ بات اپنے پاس سے گھڑ کر ابوجعفر الباقر کے حوالے سے حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب کر دی۔ نیز اس روایت پر بھی تقریباً وہی اعتراضات وارد ہوتے ہیں جو قیس بن مسلم کی روایت کے متعلق پیچھے عرض کئے گئے۔

© rasailojaraid.c

اخبرنا حماد بن سلمة ان	ہمیں حماد بن سلمہ نے بتایا کہ انہیں حجاج
الحجاج اخبره عن عثمان بن	بن ارطاۃ نے عثمان بن عبداللہ کے حوالے
عبد الله بن موهب انه قال	سے بتلایا کہ حضرت حذیفہؓ بن یمان اپنی زمین
كان حذيفة بن اليمان يكرى	تہائی اور چوتھائی کے بدلے مزارعت پر
الارض على الثلث والربع	دیتے تھے۔

(ص ۲۶۲ ۔ ج ۲)

اس روایت کے بھی ساقط الاعتبار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے راویوں میں حجاج بن ارطاۃ موجود ہیں جن کا بھی اوپر ذکر ہوا اور جس کی روایتوں کو محدثین نے خصوصاً احکام میں ناقابلِ احتجاج ٹھہرایا اور نظر انداز کیا ہے۔

تیسرا اثر جو امام طحاوی نے بیان کیا ہے وہ یہ کہ:

حدثنا ابو بكرة قال حدثنا	ہم سے ابوبکرہ نے بیان کرتے ہوئے کہا
ابراهيم بن بشار قال حدثنا	کہ ہم سے ابراہیم بن بشار نے بیان کرتے
سفيان عن عمرو بن دينار عن	ہوئے کہا کہ ہم سے سفیان نے اور سفیان
طاؤس ان معاذا اقدم اليمن	نے عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہوئے
وهم يخابرون فاقر هم	کہا کہ انہیں طاؤس نے بتلایا کہ حضرت

© rasailojaraid.c

علی ذٰلک
(ص ۲۶۲ - ج ۲ - طحاوی)

معاذ بن جبل جب یمن آئے تو وہاں کے
لوگ مخابرہ کرتے تھے اور انہوں نے
ان کو اس سے نہیں روکا۔

جو حضرات مزارعت کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے اس اثر سے یہ مطلب لیا ہے کہ حضرت معاذؓ بن جبل جو حلال و حرام کے ممتاز عالم تھے ان کا دیکھتے ہوئے مخابرت سے لوگوں کو نہ روکنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک مخابرت جائز تھی ورنہ وہ ضرور منع فرماتے۔ اس کا جواب ان لوگوں کی طرف سے جو مزارعت کو ناجائز کہتے ہیں یہ کہ پہلے تو یہ اثر سند کے لحاظ سے ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں سند میں ابراہیم بن بشار نامی جو راوی ہے اس کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے:

قال ابن معین ابراھیم بن بشار
لیس بشیئ لم یکن یکتب
عند سفیان وکان یملی
علی الناس مالم یقله سفیان
وقال النسائی لیس بالقوی:
(ص ۱۱۰، ج ۱)

یحیٰی بن معین نے کہا ابراہیم بن بشار
کچھ شے نہیں وہ سفیان کی بیان کردہ
احادیث کو لکھا نہیں کرتا تھا اور پھر لوگوں
کے سامنے سفیان کے حوالے سے وہ کچھ
بیان کرتا تھا جو سفیان نے نہیں کہا تھا۔
نسائی نے کہا وہ قوی نہیں۔

اور چونکہ یہ روائت بھی اس نے سفیان کے حوالے سے بیان کی ہے۔ لہٰذا یحیٰی بن معین کے مذکورہ قول کے مطابق ساقط الاعتبار ہے، علاوہ ازیں صحیح احادیث میں ہے کہ حضرت معاذؓ بن جبل کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب قاضی اور مبلغ کی حیثیت سے یمن بھیجا تو یہ ہدایت فرمائی کہ سب سے پہلے وہاں کے لوگوں کو توحید و رسالت کی دعوت دینا، جب وہ اسے مان لیں تو پھر ان کو اسلامی عبادات، نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج کی تعلیم دینا، اس ہدائت میں حلال و حرام کی تبلیغ و تعلیم کا ذکر نہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مخابرت وغیرہ کے متعلق اس لئے کچھ نہ فرمایا ہو کہ اس بارے میں ان کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کوئی ہدائت نہ تھی نہ اس لئے کہ مخابرت و مزارعت جائز اور حلال تھی۔

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت تک مخابرت کی تحریم کا واضح اعلان نہ ہوا ہو کیونکہ اس کی تحریم کا واضح اور قطعی اعلان اس وقت ہوا جب تحریم ربٰو کے متعلق سورہ بقرہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کی آیت بالکل آخر میں یعنی ۹ سنہ ہجری میں نازل ہوئیں اور حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عام اعلان فرمایا۔

اس قسم کا ایک اور اثر شرح معانی الآثار میں اس طرح ہے۔

حدثنا محمد بن عمرو بن یونس قال حدثنی اسباط بن محمد الکوفی عن کلیب بن وائل قال قلت لابن عمر اتانی رجل له ارض وماء ولیس له بذر ولا بقر فاخذت ارضه بالنصف فزرعتها ببذری وبقری فناصفته فقال حسن
(ص ۲۶۲ - ج ۲)

ہم سے بیان کیا محمد بن عمرو بن یونس نے، کہ مجھ سے بیان کیا اسباط بن محمد کوفی نے یہ کہ ان سے کلیب بن وائل نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ابن عمر سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک آدمی آیا جس کے پاس زمین اور پانی تھے لیکن بیج اور بیل نہ تھے۔ میں نے اس سے زمین نصف پر لی اور اپنے بیج اور بیلوں سے بو دیا اور پھر پیداوار آدھی اس کو دے دی اور آدھی خود لے لی۔ ابن عمر نے کہا اچھا کیا۔

یہ اثر بھی سند کے لحاظ سے ضعیف اور ساقط الاعتبار ہے کیونکہ اس کے دو راوی ایسے ہیں جن پر علماء جرح و تعدیل نے بے اعتمادی کا اظہار کیا ہے اور وہ محمد بن عمرو بن یونس اور اسباط بن محمد الکوفی ہیں، اول الذکر کے متعلق لسان المیزان میں ہے قال مسلمۃ بن قاسم کان عندنا ضعیفا (ص ۳۲۰ - ج ۵) مسلمہ بن قاسم نے کہا محمد بن عمرو بن یونس ہمارے نزدیک ضعیف تھا۔ اور ثانی الذکر کے متعلق تہذیب التہذیب میں ہے "والکوفیون یضعفونه" اور محدثین کوفہ اس کی تضعیف کرتے اور اسے ضعیف بتلاتے تھے۔ اور اگر اس روایت کو سند کے اعتبار سے قوی بھی مان لیا جائے تو بہر حال تو اس کی حیثیت ان صحیح احادیث کے مقابلے میں کچھ نہیں جن میں صاف طور پر حضرت ابن عمر کا یہ بیان ہے کہ وہ پہلے مخابرہ کرتے تھے لیکن جب ان کو نہی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے اس معاملے کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا اور پھر اس اثر میں جس معاملے کا ذکر ہے وہ ایک شخص کے مخصوص حالات سے تعلق رکھتا ہے جس کے پاس زمین اور پانی کا انتظام تو ہے لیکن بیج اور بیل نہ ہونے کی وجہ سے وہ خود اپنی زمین کو کاشت کرنے سے عاجز اور معذور ہے۔ دوسرا شخص اس کے حال پر رحم کھاتے ہوئے اس سے زمین لیتا اور

© rasailojaraid.c

اپنے بیج اور بیل سے کاشت کرتا ہے اور چونکہ آب پاشی وغیرہ کا انتظام زمین والے کی طرف سے ہے لہٰذا یہ دوسرا شخص پیداوار نصف خود لیتا اور نصف اس کو دے دیتا ہے اور دوسرے شخص کی ہمدردی کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے اس کے معاملے کو حسن اور اچھا فرمایا ہو۔

اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمر سے متعلق یہ جو اثر ہے:

قال عبدالرزاق اخبرنا الثوری	حضرت عبدالرزاق نے فرمایا کہ ہم سے ثوری
عن منصور عن مجاھد قال	نے بیان کیا انہوں نے منصور سے اور
کان ابن عمر یعطی ارضہ بالثلث	منصور نے مجاہد سے روائت کیا کہ عبداللہ
(ص ۱۰۱ ، ج ۸)	بن عمر اپنی زمین تہائی پر دیتے تھے ۔

[illegible] صحاح کی متعدد صحیح روایات یہ بتلاتی ہیں کہ عبداللہ بن عمر پہلے معاملہ کرتے تھے لیکن بعد میں جب ان کو پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے اس معاملے کو بالکل ترک کر دیا۔ لہٰذا قرین عقل یہی ہے کہ اس اثر میں کسی راوی نے اس حدیث کا پہلا حصہ تو بیان کر دیا اور دوسرا چھوڑ دیا جس میں اس کے ترک کر دینے کا ذکر تھا اور پھر اس تاویل کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت مجاہد جو اس اثر کے راوی ہیں مزارعت کے عدم جواز کے قائل تھے جیسا کہ ہم آگے چل کر وہ روایات نقل کریں گے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی روائت کا راوی اپنی روائت کے خلاف رائے اور عمل رکھتا ہو تو وہ روائت ناقابلِ اعتماد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ روائت ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے ــــــ!!!

اب میں کچھ وہ آثار صحابہؓ و تابعین ذکر کرنا چاہتا ہوں جو مزارعت کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں :-

عن ابن عباس اذا اراد احدکم	حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے
ان یعطی اخاہ ارضا فلیمنحھا ایاہ	کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کاشت
ولا یعطھا بالثلث والربع	کے لئے زمین دینا چاہے تو مفت بلامعاوضہ
طبرانی بحوالہ کنزالعمال	دے۔ تہائی اور چوتھائی پر نہ دے۔
حدثنا ابوبکر قال حدثنا علی	ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا ہم سے بیان کیا

© rasailojaraid.c

بن مسهر عن الشيباني عن حبيب
بن ابي ثابت قال كنت جالسا
مع ابن عباس في المسجد الحرام
اذ اتاه رجل فقال انا آخذ الارض
من الدهاقين فاعتملها ببذري
و بقري فآخذ حقي واعطيهم
حقهم فقال له خذ راس مالك
و لا تردد عليه عينا فاعادها
ثلاث مرات كل ذلك يقول له

(... ج ۶ - ابن ابی شیبہ)

علی بن مسہر نے، اس نے روایت کیا
شیبانی سے، اس نے حبیب بن ابی ثابت
سے یہ کہ میں ابن عباس کے ساتھ مسجد الحرام
میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا
اور اس نے کہا کہ میں زمینداروں سے زمین
لیتا ہوں اور اپنے بیج اور بیل سے اس
میں کام کرتا ہوں پھر اپنا حق لے لیتا اور
اور ان کا حق دے دیتا ہوں، اس کے
جواب میں ابن عباس نے فرمایا اپنا راس المال
لے لو اور نہ لوٹاؤ اس پر عین کو، اس
شخص نے تین مرتبہ یہ سوال دہرایا اور ہر مرتبہ انہوں نے اس کو یہی جواب دیا، گویا معاملہ
ختم کرنے کا حکم دیا۔

حدثنا شعبة عن حماد انه
قال سألت سعيد بن المسيب
و سعيد بن جبير و سالم بن
عبد الله و مجاهدا عن
كراء الارض بالثلث والربع
فكرهوه۔

(ص ۲۶۲ - ج ۲ - طحاوی)

ہم سے بیان کیا شعبہ نے کہ حماد نے ان سے
روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے پوچھا
سعید بن المسیب، سعید بن جبیر، سالم
بن عبد اللہ اور مجاہد سے تہائی اور
چوتھائی پر کراء الارض یعنی مزارعت
کے متعلق تو انہوں نے اس کے متعلق
کراہیت کا اظہار کیا اور حرام و ممنوع بتلایا۔

عن منصور قال كان ابراهيم
يكره كراء الارض بالثلث
والربع

(ص ۲۶۲ - ج ۲ - طحاوی)

منصور نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ
ابراہیم تہائی اور چوتھائی کے بدلے
کراء الارض کو ناجائز سمجھتے تھے۔

عن حماد بن سلمة عن قتادة
عن الحسن انه كان يكره كراء الارض

حماد بن سلمہ نے قتادہ سے روایت کیا،
اس نے حسن بصری سے یہ کہ وہ بھی تہائی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

بالثلث والربع

(ص ۲۶۲ ۔ ج ۲ ۔ طحاوی)

اور چوتھائی کے بدلے کراء الارض یعنی مزارعت کو ناجائز گردانتے تھے ۔

عن منصور بن المعتمر عن سعید بن جُبَیر مثله

(ص ۲۶۲ ج ۲ ۔ شرح معانی الآثار)

منصور بن معتمر نے سعید بن جبیر سے بھی ایسا ہی روایت کیا یعنی وہ بھی تہائی اور چوتھائی پر کراء الارض کو ناجائز گردانتے تھے ۔

اخبرنا حماد عن قیس بن سعد اخبرهم عن عطاء مثله

(ص ۲۶۲ ۔ ج ۲ ۔ کتاب مذکور)

ہمیں بتلایا حماد نے روایت کرتے ہوئے قیس بن سعد سے کہ قیس نے عطاء سے ایسی ہی بات روایت کی یعنی وہ بھی مزارعت کو ناجائز کہتے تھے ۔

عن حمید الطویل و یونس بن عبید عن الحسن انه کان یکرہ ان یکری الرجل الارض من اخیه بالثلث والربع

(ص ۲۶۲ ۔ ج ۲ ۔ کتاب مذکور)

حمید الطویل اور یونس بن عبید نے روایت کیا کہ حسن بصری اس چیز کو مکروہ اور ناجائز کہتے تھے کہ آدمی اپنی زمین اپنے بھائی کو تہائی اور چوتھائی کے عوض کاشت کے لئے دے ۔

عن خالد الحذاء عن عکرمة انه کرہ المزارعة بالثلث و الربع ۔

(ص ۳۴۸ ۔ ج ۶ ۔ ابن ابی شیبة)

خالد الحذاء نے عکرمہ سے روایت کیا کہ وہ تہائی اور چوتھائی پر مزارعت کو ناجائز گردانتے تھے ۔

عن منصور عن مجاهد قال لا یصلح من الزرع الا الارض تملك رقبتها او ارض یمنحکها رجل ۔

(ص ۳۴۹ ۔ ج ۶ ۔ ابن ابی شیبة)

منصور نے مجاہد سے روایت کیا یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی زمین میں کاشت درست نہیں سوائے اس زمین کے جس کے تم خود مالک ہو اور اس زمین کے جو تجھے کسی شخص نے منحہ کے طور پر مفت کاشت کے لئے دی ہو ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن طارق قال سمعت سعید بن المسیب یقول لا یصلح الزرع غیر ثلاث: ارض یملك رقبتها او منحة او ارض بیضاء یستاجرها بذهب او فضة

(ص ۱۴۴ - ج ۲ - سنن النسائی)

طارق سے روایت ہے کہا کہ میں نے سعید بن المسیب سے یہ فرماتے سن کر کاشت درست نہیں سوائے تین قسم کی زمینوں کے: ایک وہ زمین جس کا وہ مالک ہو دوسری وہ زمین جو منحہ ہو اور تیسری وہ زمین جس کو اس نے سونے چاندی کے عوض اجارے پہ لیا ہو

علامہ ابن حزم نے المحلی میں دو اثر اور ذکر کئے ہیں جو اس طرح ہیں۔

حدثنا الاوزاعی قال کان عطاء و مکحول و مجاهد والحسن البصری یقولون: لا تصلح الارض البیضاء بالدراهم ولا بالدنانیر ولا معاملة الا ان یزرع الرجل ارضه او یمنحها۔

(ص ۲۱۳ - ج ۸ - المحلی)

ہم سے بیان کیا اوزاعی نے یہ کہ عطاء، مکحول، مجاہد، حسن بصری کہتے تھے کہ سفید زمین یعنی باغ سے خالی زمین کی کاشت درست نہیں نہ دراہم کے بدلے اور نہ دیناروں کے بدلے اور نہ پیداوار کے ایک حصہ کے بدلے، سوائے اس زمین کے جسے اس کا مالک خود کاشت کرے یا وہ منحہ کے طور پر ہو۔

حدثنا ابو اسحاق السبیعی عن الشعبی عن مسروق انه کان یکره الزرع، قال الشعبی فذلك الذی منعنی ولقد کنت من اکثر اهل السواد ضیعة۔

(ص ۲۱۳ - ج ۸)

ہم سے بیان کیا ابو اسحاق سبیعی نے اس نے روایت کیا شعبی سے مسروق کے متعلق یہ کہ وہ مزارعت کو برا سمجھتے تھے، شعبی نے کہا یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے مزارعت سے روک رکھا ہے حالانکہ میں اہل سواد میں سب سے زیادہ زمین رکھتا ہوں۔

مذکورہ آثار سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کی اچھی خاصی تعداد مزارعت و مخابرت کے حق میں نہ تھی اور اسے ایک مکروہ، حرام اور ناجائز معاملہ گردانتی تھی اور اس میں جو چوٹی کے تابعین شامل تھے وہ ابراہیم النخعی، حسن بصری،

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c